پروفیسر خالد شبیر احمد

جمہوریت اور سیاست دان

میاں نواز شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ علامہ اقبال اور محمد علی جناح کی جمہوریت واپس لے آئے ہیں۔ مسلم لیگ کہتی ہے کہ مولوی ضیاء الحق جمہوریت چھین کر لے گئے تھے۔ یوں عوام کو ان کی کھوئی ہوئی متاع عزیز دوبارہ واپس مل گئی ہے۔ جس کے فراق میں عوام نیم مردہ سے ہو گئے تھے۔ یعنی اب ان کے تن بدن میں روح دوڑ جائے گی اور وہ چلنے پھرنے کے نہیں بلکہ بھاگنے دوڑنے کے بھی قابل ہو جائیں گے۔ علامہ اقبال تو سرے سے جمہوریت کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ سخت خلاف تھے بانیٔ پاکستان بھی ایسی جمہوریت کے قطعی خلاف تھے جو میاں نواز شریف معلوم نہیں کہاں سے بھگا کر لے آئے ہیں۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ مولوی ضیاء الحق جمہوریت چھین کر لے گئے تھے۔ کون سی جمہوریت؟ مسلم لیگ نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ کیونکہ جمہوریت کی بھی تو کئی قسمیں ہیں لیگیوں کا حافظہ کمزور ہے۔ نیم مردہ عوام کے تن بدن میں روح کہاں آئی ہے؟ یہ تو ضیاء الحق کا ان پر احسان ہے کہ مسلم لیگ کے نیم مردہ بلکہ مکمل مردہ گھوڑے کے تن بدن میں جمہوری روح دوڑا دی اور مسلم لیگ کو چلنے پھرنے، بھاگنے دوڑنے بلکہ اچھلنے کودنے، ناچنے گانے اور کولہے مٹکانے کے قابل بنا دیا۔

میاں صاحب کو سوچنا چاہیے کہ اگر جمہوریت نے اپنے دیرینے مطالبے پھر شروع کر دیے جن کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھاگ گئی تھی تو پھر کیا بنے گا؟۔ نازونعمت میں پلی جمہوریت کے نئی نویلی دلہن کی طرح مطالبات کی ایک طویل فہرست ہے جسے پورا کرنا میاں نواز شریف کے بس کی بات نہیں البتہ نوابزادہ نصر اللہ خان ان مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے اور جمہوریت اغوا کرنے کا چالیس سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا میاں صاحب سوچ لیں کہ یہ جمہوریت اپنے مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے کی یقین دہانی کرانے والے ہمدردوں کے ساتھ کہیں پھر نہ بھاگ کھڑی ہو۔ میاں صاحب کو لینے کے دینے پڑ جائیں اور وہ کہتے پھریں ....

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

کہتے ہیں جمہوریت اور عوام کا چولی دامن کا ساتھ ہے چولی "جمہوریت" ہے اور دامن "عوام"۔ یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ یہ چولی خالی ہے یا اس میں کچھ ہے بھی۔ اور دامن کیسا ہے۔ کیونکہ دامن بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پاکیزہ دامن اور آلودہ دامن اگر دامن آلودہ ہو جائے تو چولی کا پاکیزہ رہنا ممکن نہیں جیسا دامن ویسی چولی جیسی چولی ویسا دامن۔ جیسا منہ ویسی چپیٹ۔ ولائتی جمہوریت دیسی عوام کے ساتھ کہاں تک گزر بسر کر سکتی

ہے جہاں لوگ ووٹ کی املاتک سے واقف نہ ہوں۔ وہاں ووٹ کی اہمیت اور شرعی حیثیت کو تلاش کرنا گنجے کے سر پر بال تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ یا تو اس جمہوریت کا ولائیتی پن ختم کیا جائے یا پھر عوام کے معیار کو ولائیتی جمہوریت کے مطابق بنایا جائے ورنہ یہ ساتھ نبھنے والا نہیں۔ ہمارے پنجابی کے معروف عوامی شاعر استاد دامن مرحوم کا حال ہمارے سامنے ہے۔ وہ دیسی آدمی تھے اور پاک دامن تھے۔ لیکن بھٹو کی ولائیتی جمہوریت سے ان کی نبھ نہ سکی۔ انہیں کہنا پڑا.........

کیہ کری جاناں ایں، کیہ کری جاناں ایں
کدی شملے جاناں ایں کدی مری جاناں ایں
لائی کھیس جاناں ایں کھچی دری جاناں ایں
کیہ کری جاناں ایں کیہ کری جاناں ایں

لیلائے جمہوریت کے فراق میں سوکھ سوکھ کر ہاتھی ہونے والے سیاست دان ذرا اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ان کے پلے بھی کچھ ہے کہ نہیں؟ نہ یہ جمہوریت کے قابل نہ جمہوریت ان کے قابل۔

"پلے نہیں دھیلہ تے کردی اے میلہ میلہ"

کیک پیسٹری کھانے والی جمہوریت کو محض پیاز پر ٹرخا دیا جائے تو پھر خدشہ ہے کہ آئی ہوئی جمہوریت کہیں دوبارہ واپس نہ چلی جائے اور ...... جانے والوں کو کہاں روک سکا ہے کوئی۔

(بقیہ از ص ۱۲۸)

آپ نے جھٹ علمائے فرنگی محل کی پناہ لی اور توبہ کر لی۔ "جان بچی سو لاکھوں پائے، خیر سے بدھو گھر کو آئے"

بہرحال ہمارا خیال یہ ہے کہ اب نیاز کو موقع دینا چاہیئے کہ وہ اپنے طور طریقے درست کر لے۔ مسلمانوں کے چاہیے کے "نگار" کے گزشتہ پرچے جہاں کہیں پائیں بلا تامل جلادیں۔ اور اگر نیاز صاحب سے پھر کبھی وہی گستاخیاں سرزد ہوں تو پھر آپ سے وہ سلوک کیا جائے جو آپ کے "شایان شان" ہو۔

رہا آپ کے ادبی کمالات کا پہلو، تو ہم قارئین سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم عنقریب "افکار" کا ایک سلسلہ شروع کرنے والے ہیں جن میں ہم بتائیں گے کہ یہ شخص ادب سے جاہل محض ہے اور اس کی اکثر تصانیف و تالیف چوری کی ہیں۔ اور اس کی عام عادت ہے کہ انگریزی سے الٹا سیدھا ترجمہ کر کے مضمون یا کتاب لکھ مارتا ہے اور اپنے نام سے چھاپ دیتا ہے۔(روزنامہ "انقلاب" ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء)